# تصور حقوق و مساوات

# عورت، مسائل، فرائض اور اہمیت

سیدہ بلقیس فاطمہ حسینی

ارشاد رب العزت ہے: أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۔۱

ترجمہ: کیا تمہارا خیال یہ تھا کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا اور تم ہماری طرف پلٹا کر نہیں لائے جاؤ گے۔ جب تخلیق عبث نہیں تو انجام با مقصد ہوگا۔

کائنات در حقیقت حکم رب ہے۔ یہ کن فیکون کا مرقع ہے۔ جہاں ہر چیز کا ایک اہم مقام متعین ہے۔ ہر چیز اندازہ کے مطابق بنائی۔ حکم رب جب قالب میں ڈھلتے ہیں تو محسوسات و معقولات کی فرد قرار پاتے ہیں۔ روح اسی معقولات کی ایک فرد ہے۔ یہاں روح کی اصطلاح اور دقیق تعریف مقصد نہیں ہے اور اس کی صحیح ترجمانی بھی مشکل ہے۔ ارشاد باری ہے۔ يَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ روح کیا ہے؟ امر رب ہے یہ وہ شئی ہے جو بظاہر عدم سے وجود میں لائی گئی ہے۔ بیجان کو جاندار بناتی ہے۔ قالب کو احساسات کی دنیا میں لے جاتی ہے۔ روح لذتوں کا ادراک کرتی ہے۔ روح درد کا احساس کرتی ہے، روح دلوں کی دھڑکن کا باعث ہے، خون میں حرارت کا سبب، روح نہ ہو تو آنسوؤں کا سیل خشک ہو جائے۔ روح مایل بہ پرواز، پرواز علامت بلندی، غرض بیحد لطیف ہے۔

انسان کی پیدائش کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات میں اسے عقل دے کر ممتاز بنایا نیز زن و مرد کو ایک ہی جوہر یعنی نفس واحدہ سے پیدا کیا۔ انسانی تولید و تربیت کے سلسلے کو بڑھانے کے لئے عورت کو مونس جاں قرار دیا۔ اگر عورت کا وجود نکال دیجئے تو نہ دنیا میں کیف رہے گا۔ نہ رنگینی، نہ ہمہمہ ہوگا، نہ گہما گہمی ایک جمود و سکوت کی حکومت ہوگی۔ اگر عورت کا وجود نہ ہو تو دنیا سے احساسات، جذبات، لذتیں سب کی موت ہو جائے۔ اب مرد جیئے تو کس کے لئے، گھر بنائے تو کس کے لئے، کمائے تو کس کے لئے، نہ کوئی انیس نہ ہمدم، نہ اولاد، نہ ماں نہ بہن، نہ احساس قربانی، نہ خود غرضی کا مظاہرہ، نہ محبت کی تڑپ، نہ آنسوؤں کی روانی، نہ ولادت کا جشن، نہ عروسی کے نغمے، گویا معاشرہ پر ایک مرگ آسا سکوت چھایا ہوگا۔

روی زمین پر آدم و حوا کے ہبوط کے بعد اس وحشتناک دور پر نظر ڈالئے جب دونوں الگ الگ مقام پر

بھٹک رہے تھے۔ حضرت آدم نے اتنا گریہ کیا کہ گریہ کرنے والوں میں ان کا نام آگیا، زندگی کا درد ان کے نالوں سے ظاہر ہے۔ اقوال انبیاء سے یہ بھی ظاہر ہے کہ پہلو میں حضرت حوا کو جب بیٹھا ہوا دیکھا تو انہیں سکون حاصل ہوا۔ جنہیں " کن" پر یقین اور کتاب اللہ پر ایمان ہے وہ جانتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں ایک ساتھ نظام تکوین میں شامل ہیں۔ نصف معاشرہ مرد اور نصف عورت ہے۔ یہ "رِجَالاً كَثِيْراً وَّنِسَاءً" ہر معاملہ میں برابر کے شریک ہیں، سزا و جزا میں تقویٰ معیار ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہو رہا ہے کہ شیطان نے دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ ۲ پھر وہ دونوں کو مخاطب کرتا ہے۔ اَلَمْ اَنْهَكُمَا ۳ یا پھر مَانَهٰكُمَا ۴ کیا ہم نے تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا۔ لیکن آج بھی معاشرہ میں یہی تصور کارفرما ہے کہ حضرت حوا نے آدم کو بہکایا۔ قرآن مجید میں دونوں صنف کی رذیل باتوں کی مذمت کی گئی ہے۔ لیکن مردانہ معاشرہ چن چن کر انہیں باتوں کو پیش کرتا ہے کہ جو عورتوں سے مخصوص ہیں مثال کے طور پر آدمؑ کی بچی مٹی سے بنیں، ٹیڑھی پسلی سے بنیں۔ ان کے مکر عظیم ہیں۔ جب کہ یہ بادشاہ مصر کا قول اپنی بیوی کے لئے ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ایک ہی مٹی سے دونوں کی تخلیق ہوئی، آگے بڑھے تو مولا کا قول " ناقص العقل" ایک مہر لگا دیتا ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھے تو کہا عورت بچھو ہے۔ تشریح و تفسیر میں کون جائے۔ علماء بھی کیوں زحمت کریں۔ جب عرب افصح لسانہ نہ سمجھ سکا تو غیر عرب سے کیا توقع اگرچہ اس طرح کے ہزاروں اقوال مردوں کے ضمن میں بھی ہیں۔ غرض عورت کے خلاف ذہنی طور پر محاذ آرائی شروع ہو گئی۔ مرد فضیلتوں کے گرداب میں پھنس گئے۔ افضل و مفضول کے سحر میں کچھ ایسے مسحور ہوئے کہ اختلاف نظر اور سماجی بدحالی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ وہ سمجھنے لگا کہ ساری کائنات اس کے گرد گھوم رہی ہے۔ عورت میری محکوم ہے۔" اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ" میری شان میں نازل ہوئی اس طرح دونوں صنفوں کی ذہنی تربیت اس اسلام میں کچھ اس طرح شروع ہوئی جس کا خود اسلام منافی تھا۔ عورت ایسی فضا میں خود شناسی کی کمی کی بنا پر صلاحیتوں کے باوجود دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنے کے تصور سے مزید احساس کمتری کا شکار ہو گئی۔ محبت، ایثار اور جسمانی کمزوری نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اس پر طرّہ یہ کہ کچھ فطری اور کچھ غیر فطری انداز سے اقتدار اور معیشت دونوں پر مردانہ تسلط ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقصدیت تک پہونچنے کے عوامل بدل گئے اور سماج میں عدم مساوات نے اپنے پنجے گڑا دیے۔

خداوند عالم نے انسانوں کو کیا کیا اختیارات دیے ہیں؟ وہ کیسا انسان چاہتا ہے؟ قرآن میں تفصیل سے باتیں مل جائیں گی مثلاً فرماتا ہے۔" سَخَّرَ لَكُمْ مَافِى الْاَرْض" ۵ آج ہمارے سائنس دانوں نے کمالات دکھا دیے اور آئندہ نہ جانے کیا کیا دکھائیں؟ یہ ہے عقل کا کرشمہ لیکن معنویت اس سے آگے

ہے۔ جیسے کہاں ہوائی جہاز اور کہاں بساط سلیمانی۔ آن واحد میں تخت بلقیس کا آ جانا۔ ایک جملہ "یَانَارُ كُونِی بَرْداً وَسَلاَماً عَلٰى إِبْرَاهِيْم" کہہ دینے سے آگ کی ماہیت بدل جائے۔ اسے ایسے انسان درکار ہیں جن کی کائنات پابند ہو۔ ایسے اشخاص الٰہی مشن کے علمبردار ہوتے ہیں۔ انہیں ہوا، پانی، آگ، حیوان درندہ، طیور سب پر اختیار ہوتا ہے۔ ان کے لئے جنت سے خوان نازل ہوتا ہے۔ در پر ستارہ اتر جاتا ہے۔ حوریں جنت سے لباس لے کر آ جاتی ہیں۔ یہودی کی لڑکی روئے اقدس کو دیکھ کر فوت ہو جائے تو نماز میں وہ تاثیر کہ دوبارہ زندگی عطا ہو جائے۔ منہ سے نکل جائے کہ خیاط کے پاس کپڑے ہیں تو ملک درزی بن کر آ جائے۔ یہ اختیارات کچھ کسبی ہوتے ہیں اور کچھ وہبی، تاریخ میں یہ اختیارات بلا تفریق عورت مرد دونوں کو ملے ہیں۔ دنیا کی تسخیر مادیت کے ذریعہ ہو رہی ہے۔ اگر یہ معنویت کے ساتھ ہوتی تو دنیا کا منظر نامہ بدل جاتا۔

عورت سماج کا جزوء لاینفک ہے۔ خداوند عالم نے جناب مریم کو سیدۂ نساء العالمین کا لقب عطا کیا اور حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی۔ یہ شرف عطا کر کے معبود نے دنیا کو اس حقیقت سے بھی روشناس کیا کہ کارگاہ حیات ماں کے بغیر ممکن نہیں۔ ماں محور کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی ذمہ داری بہت اہم ہے۔ اس کے مقام کو الٰہی نظام میں تو لئے تو عظمت سمجھ میں آتی ہے۔ عورت کو رب البیت، کہا گیا ہے۔ یہ لفظ عوامی نہیں ہے نظام قدرت کی نمائندگی کرتا ہے۔ الوہیت اور ربوبیت دونوں لازم وملزوم ہیں۔ الوہیت سجدہ ریز کرتی ہے اور ربوبیت پروان چڑھاتی ہے خلقت میں معاون عورت کی خدمات، اولاد کی پرورش، اور خاندان کی تربیت کی عظیم ذمہ داری کے تحت اسے یہ لقب رب عطا ہوا۔ جنت کا استحقاق عبدیت سے متعلق ہے۔ عبودیت اور ربوبیت کے رشتے اتنے مستحکم ہیں جس میں ایک بندہ ہوتا ہے اور ایک آقا۔ اس کے درمیان نہ اقتصاد حائل ہے نہ جسمانی طاقت کو دخل ہے۔ تپتی ہوئی دھوپ، جلتے ہوئے صحرا، کڑکتے ہوئے بادلوں اور برفیلی ہواؤں کا مقابلہ کر کے رزق مہیا کرنے والے مرد میں شان الوہیت (یعنی واحد) و رزاقیت ضرور ہے لیکن اس کے قدموں کے نیچے جنت کی ایک نہر بھی نہیں بہتی۔ لیکن شوہر کے حفاظتی نظام کے تحت پر سکون فضا میں زندگی گذارنے والی ماں جب "کرھاً" کی منزل سے گذرتی ہے تو اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے تو اس کا یہ مقصد نہیں کہ باپ جو رحمت کا ایک دروازہ ہے اس کی تحقیر کی جائے اور اولاد روگردانی کرے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ وہ اقوال ہیں جو عظمت نسواں کا پتہ دیتے ہیں۔ حضرت رسولؐ نے ان ارشادات کے ذریعہ اسرار مکنونہ کے ایک سرّ یعنی راز کو ظاہر کیا ہے۔ افسوس کہ دنیا ہمیشہ سے اقتصاد کی زنجیروں میں اسیر ہے۔ مادی زندگی جیسے ہی اس نعمت سے سرشار ہوتی ہے اس کے راستے بدل جاتے ہیں اور مظلوموں کی بستی آباد ہونے لگتی ہے۔ کچھ ایسا ہی صنف نسواں کے

ساتھ ہوا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں عورت منبع حیات ہے۔ مخلوق میں عورت کو مرکزیت حاصل ہے۔ حدیث کساء اس مرکزیت کی آئینہ دار ہے:

هُم فَاطِمَةُ وَاَبُوْهَا وَبَعْلُهَا وَبَنُوهَا۔

عورتوں کے ضمن میں درج ذیل آیت ان کے مدارج کی تفہیم کے لئے بہت اہم ہے:

"وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ "۔[٦]

ترجمہ: مومن مرد اور عورتوں میں بعض بعض کے ولی و ناظر ہیں ایک دوسرے کو اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوۃ ادا کرتے ہیں خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا رحم کرے گا۔ بیشک خدا کی ذات عزیز و حکیم ہے۔ یعنی ولایت دونوں کو حاصل ہے عورتیں ولی اور ناظر بھی تھیں اور وہ احکام الٰہیہ کی تبلیغ میں رسالت کی ذمہ داریاں انجام دے رہی تھیں۔ عورتوں پر وحی بھی نازل ہوئی جیسے مادر موسیٰ اور حضرت مریم اور جناب سیدہ کے پاس تو جبریل کی آمد و رفت ایک خادم کی طرح ہے کبھی جھولا جھلاتے ہیں، کبھی چکی چلاتے ہیں کبھی خوان لے کر آتے ہیں۔ کبھی خوشخبری تو کبھی خبر غم اور کبھی مصحف وغیرہ وغیرہ

وہ عورت جو معاشرہ کی روح ہوتی ہے اس کا کردار کیسا ہونا چاہئے۔ مذکورہ بالا آیت سے واضح ہے یہاں عورت اور مرد کی کچھ سماجی ذمہ داریوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ دونوں کے فرائض ایک جیسے ہیں۔ "يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ " کی گفتگو، پند و نصیحت ہو امر بالمعروف کا بیان ہو اور سماج کو اچھائیوں کی طرف چلنے کا حکم دے۔ ان امور سے روکے جن کو خدا نے منع کیا ہے۔ "يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ " معاشرہ کو نمازی بنائے یعنی ایمان و یقین کی منزل میں توحید اور الوہیت کی ایسی بذر افشانی کرے کہ ایک موحد سماج وجود میں آئے۔ "يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوۃَ "زکوۃ ادا کرنے والوں میں اس کا شمار ہو۔ زکات کا تعلق صریحاً معاشرہ کے مستضعفین یعنی پسماندہ لوگوں کی فلاح سے ہے۔ جس میں عورت بھی شامل ہے۔ اس کے بعد کا ٹکڑا یہ بتا رہا ہے کہ ان کا ہر قدم خدا اور رسولؐ کی اطاعت میں اٹھ رہا ہو۔ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے۔ بعد رسولؐ مردوں میں ولی حضرت علیؑ نظر آتے ہیں اور عورتوں میں بضعۃ الرّسول بی بی فاطمہ (س) ہیں کہ اگر مولا علیؑ نہ ہوتے تو کوئی ان کا کفو نہ ہوتا۔

شخصی زندگی میں زوجہ و شوہر کے تعلقات اور فکری ہماہنگی ایک صالح سماج کی ایک اکائی ہوتی ہے۔

جب اس اکائی کا دائرہ بڑھتا ہے تو وہ باہری سماج کے افراد کی سلامتی کا بھی خواہاں ہوتا ہے۔ عموماً عورت اپنے شوہر اور بچوں کی زندگی اور ان کی سلامتی کے ساتھ کوئی مفاہمت نہیں کر سکتی لیکن آپ کا بیان کہ خدا کی قسم اگر اس بات سے مجھے کراہت نہ ہوتی کہ مدینہ میں بے گناہ عوام گرفتار بلا ہو جائیں گے تو میں نفرین کرتی اور تم دیکھتے کہ میری بد دعا کتنی جلد قبول ہو جاتی ہے۔۸۔ بی بی کا یہ قدم سماج کے بے گناہ پسماندہ لوگوں کی حفاظت کے لئے ہے۔ دنیاوی عورت کیا ایسا سوچ سکتی ہے؟ جناب سیدہ مرقد رسولؐ پر اپنے بیٹوں حسنین علیہم السلام کو لے کر فریاد کرنے کے لئے جاتی ہیں۔ مولا علی علیہ السلام سلمان فارسی کو بھیجتے ہیں کہ وہ واپس آجائیں۔ آپ تشریف لائیں اور درج ذیل دو جملہ ملاحظہ ہو۔

" اِذَا اَرْجَعُ وَاصْبِرُ وَاسْمَعُ لَهُ وَاُطِيْعُ " میں واپس جا رہی ہوں صبر کر رہی ہوں۔ ان کی باتوں کو سن رہی ہوں اور ان کی اطاعت کو قبول کرتی ہوں۔ مسجد نبوی میں رک گئیں، کہا ٹھیک ہے مگر میں اپنے ابن عم کو جب تک زندہ سلامت دیکھ نہ لوں، قدم مسجد سے نہیں نکالوں گی۔ مولا علیؑ کو دیکھا اور فرمایا " علیؑ میری جان آپ پر نثار ہو، میری جان آپ کے لئے سپر قرار پائے جب آپ کی جان پر بلائیں آئیں۔ یا ابا الحسن میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں اگر آپ خیر و نیکی سے جئیں گے تو میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اگر خیر و نیکی میں بلائیں آپ کو گھیر لیں تب بھی میں آپ کے ساتھ ہوں۔ "۹ شوہر کا بیوی کے ساتھ ہونا یا بیوی کا شوہر کے ساتھ سکھ دکھ میں شریک ہونا فطری ہے لیکن بی بی کا جملہ " اِنْ كُنْتَ فِي خَيْرٍ كُنْتُ مَعَكَ" اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ جب تک عورت حق اور خیر میں شناخت نہیں کر پائے گی روح معاشرہ نہیں بن سکتی۔ مولا علی علیہ السلام کے ساتھ جناب سیدہ کا یہ مکالمہ ایک درس ہے۔

## حقوق کا ادراک

حضرت فاطمہؑ نے امام حسن علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: " اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ " یعنی پہلے ہمسایہ پھر اپنا گھر۔۱۰ آپ اس رسولؐ کی بیٹی اور اس شوہر کی بیوی تھیں جسے دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی۔ فرمایا "اِنِّی لَا اُحِبُّ الدُّنْيا"۔ مجھے دنیا پسند نہیں ہے ۱۱ معاشرہ کی جان بننے کے لئے دنیا سے رشتہ توڑنا ہوگا۔ امام حسنؑ ارشاد فرماتے ہیں: میری ماں نے شب قدر میں تمام شب عبادت کی لیکن اپنے لئے دعا نہیں کی صرف دوسروں کے لئے دعا مانگی اجتماعی زندگی کے ضمن جناب سیدہ نے دو اصول پیش کئے ایک خانوادگی زندگی کے لئے اور ایک عوام کے لئے تم میں سے اچھے وہ ہیں جو عوام کے ساتھ نرم وملائم ہوں ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں اہم ذات اس کی ہے جو اپنے کفو اپنی بیویوں کے ساتھ بہت ہی مہربان ہو اور ان کا احترام واکرام کریں "خِيَارُكُمْ اَلْيَنُكُم مَنَاكِبَه. وَاَكْرَمُهم لِنِسَائِهِمْ :۱۲

شخصی اور سماجی دونوں زندگیوں کے لئے عورت کی زندگی میں کسی غیر مرد کی رسائی نہ ہو۔ یہ روح اور سماج کی سلامتی کی ضامن ہے۔

"خَیرٌ لّلنّسَاء اَن لاَیرینَ الرّجَال وَلاَ یَراھُنّ الرّجَال"[۱۳] جناب سیدہ کا یہ قول عورت کے بلند منصب کی اہمیت کو بتاتا ہے لیکن عام طور پر سوءِ استفادہ کیا گیا۔ جناب سیدہ کی خدمات میدان جنگ میں زخمیوں کا علاج میدان مباہلہ میں شرکت، دربار خلافت میں موجود ہونا وغیرہ ان سب کو نظر انداز کر دیا گیا۔

عورت روح معاشرہ کب ہوگی جب اس کی نظر بچوں کی تربیت سے لے کر سماج کے دیگر اصلاحی امور پر ہو اس لئے کہ وہ نصف معاشرہ کی معلّمہ نہیں ہے وہ ایک کامل سماج کی استاد اور رہنما ہے۔ رب البیت کی ایک غفلت گھر کو شیطان کی آماجگاہ بنا دیتا ہے۔ امام خمینیؒ نے فرمایا" مرد از دامن زن معراج می یابد" مرد عورت کے وجود سے بلندیوں کو چھوتا ہے۔ اس امر کے لئے کچھ حدیں معین کیں وہ ایک عضو معطل نہیں ہے۔ لیکن افسوس مردانی فکر نے عورت کو چار دیواری میں قید تو کر دیا۔ لیکن اس کو ذمہ داریوں سے ناواقف رکھا۔

عورت چونکہ معاشرہ کی جان اور گھر کی رب ہے یہ کیونکر ممکن ہے کہ اس کی نظر صرف شوہر اور بچے تک محدود ہو، رب البیت کے لئے لازم ہے کہ سماج میں عدالت نافذ کرے آقا، بیگم، خادم اور خادمہ سب کے حقوق پر اس کی نظر ہو۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے اور فضہ کے درمیان کام کی تقسیم کر کے سماج میں مساوات کی بہترین مثال پیش کی۔

" اَوصانی رَسُول اللہ اَن تکونَ الخدمة لھا یوماً ولی یوما فکان امس یوم خدمتھا والیوم یوم خدمتی[۱۴]"۔

عورت کو تعلیمی مراحل میں پیش قدم ہونا چاہئے ورنہ فکری انحطاط اسے دامن گیر ہوگا اور ناواقفیت تدبیر کی صلاحیت سے محروم کر دے گی اسے سیاسی مسائل اور مباحث سے مکمل واقفیت حاصل ہونی چاہئے تا کہ سیاسی امور میں اس کی رائے ہمیشہ صحیح ہو۔ مثال کے طور پر آج ہندوستان میں وہ عورت جو سیاست سے دور ہے کیسے ووٹ ڈالے۔ یقیناً لاعلمی اسے کسی دوسرے کی رائے پر عمل کرنے پر مجبور کرے گی اور یہ قدم کبھی غلط ہوگا تو کبھی صحیح۔ جناب سیدہ نے بعد وفات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاسی امور میں بھی اپنے استحقاق اور سماج کی بہبود کو پیش نظر رکھا۔ خطبے دیئے اور عوام کے سامنے اپنی مظلومیت کو رہتی دنیا تک کے لئے ثابت کر کے قصر خلافت کو لرزہ براندام کیا۔ دنیا والوں کو اور رسولؐ کی امت کو یہ پیغام دیا کہ مادیت اسی جگہ فنا ہو جائے گی اور روح کی تباہی کا باعث ہوگی۔ اصل زندگی آخرت ہے۔ چھوٹا سودا نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت ہی اچھا معاشرہ وجود میں

لاسکتا ہے لیکن آج بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ برادر کشی کا ایک بہت بڑا سبب ماؤں کی اپنے منصب اور فریضوں سے ناواقفیت ہے عام طور پر مردوں کی دنیا نے عمداً اپنے اقتدار کی خاطر انہیں اسلام کے نام پر غیر اسلامی یا مذہب کے نام پر غیر مذہبی حدود میں مقید کر دیا اور خود کے لئے غیر اسلامی نقطہ نظر کو اسلام قرار دیا۔ اور اب خود ساختہ شریعت کے ذریعہ انسان کشی کا درس خواتین کو دے رہے ہیں۔ وہ بھی غور طلب ہے۔ اسلام اور مسیحیت یہ دو بڑے مذہب ہیں۔ قرآن نے دونوں مذہب میں سماجی فلاح کے لئے اپنے عہد کے مطابق دو برابر کے رہنما پیش کئے۔ سیدة النساء مریم اور سیدہ النساء فاطمہ (س)۔ لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ وہ اپنے عہد کی سیدہ تھیں اور یہ عالمین کی سیدہ ہیں۔

خلاصہ کلام عورت خدا کی روشن دلیلوں میں سے ہے۔ عورت معاشرہ کی روح ہے عورت خلوت وجلوت میں بہترین معاون۔ عورت الٰہی مشن کی مبلغہ اور رسول ہے لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب عورت کو علم کے زیور سے آراستہ کیا جائے اور اس کی عقل کی سلامتی کے سامان مہیا کیے جائیں اور اس کتاب کی صحیح وقت پر تعلیم دی جائے جو فرقان ہے جس میں ہر خشک وتر موجود ہے۔ اس کی ذہنی تربیت اس انداز سے کی جائے جہاں وہ اپنے تعہد اور اپنی رسالت اور اپنے منصب کو سمجھ سکے، ورنہ عورتیں اپنے منصب کی شناخت سے قاصر رہیں گی اور خدا اور رسولؐ کے حکم کی پیروی نہیں کر سکتی ہیں دنیا کی تعلیمات سے دنیاوی منفعت تو ضرور ملے گی لیکن آخرت کا سودا خسارہ میں ہوگا۔ عورتوں کے حقوق کے ضمن میں اسلامی اصول ایسے نوشتہ قانون ہیں جن کا خود مسلم گھرانوں میں نفاذ نہ ہو سکا۔ وہ خاندان انگشت شمار ہیں جہاں عورت کی ربوبیت اس کی شناخت ہے مولائے کائنات سے رسول اللہؐ نے جناب سیدہ کی فضیلت معلوم کی تو فرمایا: " نِعْمَ الْعَوْنُ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰه"

خداوند متعال ہم عورتوں کو اطاعت خدا و رسول کی توفیق عطا کرے تاکہ مریم وخدیجہ وسیدہ کونین کی پیروی کریں۔

**حوالے:**


۱۔ سورۂ مؤمنون، آیت ۱۱۵

۲۔ سورۂ اعراف، آیت ۲۰

۳۔ سورۂ اعراف، آیت ۲۲

۴۔ ایضاً، آیت ۲۰

۵۔ سورۂ حج، آیت ۶۵

۶۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۷
۷۔ نہج الفصاحہ، حدیث ۶۸، ص ۱۲۲
۸۔ نہج الفصاحہ، حدیث ۷۵
۹۔ نہج الفصاحۃ، روحی لروحک الفداء ونفسی لنفسک الوقاء، یا ابا الحسن ان کنت فی خیر کنت معک وان کنت فی شرّ کنت معک: حدیث ۷۵، ص ۱۴۷
۱۰۔ ایضاً حدیث ۸۳ ص ۱۵۳
۱۱۔ نہج الفصاحہ، حدیث ۸۴، ص ۱۵۷
۱۲۔ ایضاً، حدیث ۸۳، ص ۱۵۳
۱۳۔ ایضاً، حدیث ۸۷، ص ۱۶۰
۱۴۔ ایضاً، حدیث ۹۴، ص ۱۶۷